چند روز جاپان میں

مذہب و امن پر دوسری عالمی کانفرنس

(۴)

سعید احمد اکبر آبادی

اسی سلسلہ میں مسٹر میک برائیڈ جو آئرلینڈ کے باشندہ اور ماہرین قانون کے بین الاقوامی کمیشن کے سکریٹری جنرل ہیں ان کا مقالہ "انسانی حقوق" پر پڑھا گیا۔ جس میں موصوف نے وضاحت سے بتایا کہ یہ حقوق کیا ہیں؟ ان کی کیا اہمیت ہے؟ اور آج یہ حقوق کس طرح پامال ہو رہے ہیں؟ اور جب تک ان حقوق کی ادائیگی کے لئے انسانی ضمیر بیدار نہیں ہوتا دنیا میں پائدار امن کے قیام کی کوئی توقع نہیں ہو سکتی۔ یہ مقالات تو وہ تھے جو پہلے سے کانفرنس کے پروگرام میں شامل تھے اور جن کو WORKING PAPERS کہہ سکتے ہیں۔ یعنی اب آیندہ کانفرنس کو جو کچھ کارروائی کرنی تھی وہ ان ہی مقالات کی بنیاد پر کرنی تھی۔ ان کے علاوہ غیر رسمی طور پر بھی چند مقالات پیش ہوئے جن میں سے کوئی پڑھا گیا اور کوئی نہیں پڑھا گیا۔

بہرحال یہ طے ہوا کہ کانفرنس کے موضوع گفتگو و بحث تین امور ذیل ہوں گے۔

(۱) ترک اسلحہ (DIS ARM-AMENT) (۲) ترقی (DEVELOP MENT) اور (۳) انسانی حقوق (HUMAN RIGHTS) ان میں سے ہر ایک پر غور و خوض کرنے اور اس پر رپورٹ پیش کرنے کے لئے الگ الگ تین کمیٹیاں بنا دی گئیں اور مندوبین میں سے جس نے جس سب کمیٹی میں (جس کو وہاں کی اصطلاح میں ورکشاپ کہتے ہیں) شریک ہونا چاہا اس کو اس

سب کمیٹی کے پینل میں شریک کرلیا۔ میں نے اپنا نام کسی خاص پینل کے لئے نہیں دیا تھا۔ اس لئے مجھے اختیار تھا جس کمیٹی میں چاہوں شریک ہوجاؤں اور اس کی بحث ومباحثہ میں حصہ لوں۔ ان کمیٹیوں کی میٹنگس میں جو بحث ومباحثہ ہوا اور گفتگو ہوئی ان میں سب سے زیادہ جس چیز نے مجھ کو متاثر کیا کہ سب لوگوں نے نہایت کھلے دماغ اور آزادی سے گفتگو کی۔ اور اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ کانفرنس بالکل آزاد تھی۔ اس کا نہ کسی حکومت سے کسی قسم کا کوئی تعلق تھا اور نہ کسی پارٹی سے۔ جو مندوب آیا تھا وہ اپنی ذاتی حیثیت میں آیا تھا۔ چنانچہ جو لوگ امریکہ ویورپ افریقہ کی مختلف ریاستوں اور ایشیا کے مختلف ملکوں سے آئے تھے جب موقع آیا تو انھوں نے خود اپنے ملک کی حکومت کو بھی نشانہ تنقید بنانے میں تامل نہیں کیا۔ اس سلسلہ میں انڈین ڈیلیگیشن کے ایک ممبر ڈاکٹر بھگوان داس جو اچھوتوں میں ڈاکٹر امبیڈکر گروپ کے نہایت فاضل اور لائق لیڈر ہیں ان کا ذکر ضروری ہے۔ انھوں نے حقوق انسانی کی کمیٹی میں کئی پرزور تقریریں کیں اور ان میں انھوں نے بڑی قوت اور جوش سے اس معاملہ کا ذکر کیا جو ہندوستان میں اچھوتوں کے ساتھ خاص طور پر اور بعض اور اقلیتوں کے ساتھ عموماً ہو رہا ہے۔ ملک میں ان لوگوں کے حقوق کس طرح پامال ہو رہے ہیں اور انکے ساتھ کیسا غیر انسانی سلوک ہو رہا ہے؟ موصوف نے تجویز کی کہ اس کی تحقیق کے لئے ایک کمیشن مقرر کیا جائے۔ موصوف نے یہ تسلیم کیا کہ بے شک ہندوستان کا دستور سیکولر اور جمہوریت ہے لیکن اس پر عمل نہیں ہو رہا ہے۔ اسی طرح کی تنقیدی تقریریں ان مندوبین نے کیں جن کے ملکوں میں مذہبی آزادی حاصل نہیں ہے۔ یا جہاں رنگ و نسل کی بنیاد پر کسی خاص ایک طبقہ کے ساتھ امتیازی برتاؤ روا رکھا جاتا ہے۔

ان ورکشاپوں کے علاوہ کانفرنس نے امن سے متعلق بعض دوسرے مسائل پر غور وخوض کرنے کے لئے حسب ذیل پانچ پینل اور مقرر کئے۔

(۱) تعلیم کا نظام برائے امن

(۲) حصول امن کے ذرائع ووسائل۔

(۳) امن کے لئے قانون سازی۔

(۴) حصول امن کے لئے راست عمل (DIRECT ACTION) -

(۵) حصول امن کے لئے بین المذاہبی تعاون واشتراک۔

سب کمیٹیوں اور پینلس کی یہ تمام رپورٹیں نہایت جامع، سیر حاصل اور پر از معلومات تھیں ان میں حقائق وواقعات کا فلسفیانہ اور مبصرانہ تجزیہ بھی تھا اور بالکل اپ ٹو ڈیٹ اعداد وشمار کی روشنی میں یہ بھی بتایا گیا تھا کہ مثلاً معاشی ترقی کے نام پر دنیا کی مختلف حکومتیں اسلحہ بندی پر اپنے سالانہ بجٹ کا کتنا فی صد خرچ کر رہی ہیں۔ دولت کس طرح چند خاص طبقات کے ہاتھوں میں سمٹتی جا رہی ہے۔ اور اس کے رد عمل کے طور پر کس طرح کروڑوں انسان فقر وفاقہ اور نکبت وافلاس کی زندگی بسر کر رہے ہیں۔ انسانی حقوق کہاں کہاں اور کس شکل میں پامال ہو رہے ہیں۔ ان سب کے وجوہ واسباب کیا ہیں؟ ان کا تدارک کس طرح ہو سکتا ہے اور مذہب اس معاملہ میں کیا رول ادا کر سکتا ہے لیکن یہ رپورٹیں بہت طویل ہیں۔ اگر ان کا خلاصہ بھی نقل کیا جائے تو مضمون بہت طویل ہو جائے گا۔ علاوہ ازیں ان میں جو کچھ کہا گیا ہے ان کی اسپرٹ کانفرنس کے پیغام میں آ ہی گئی ہے۔

کانفرنس کا پیغام | جب سب کمیٹیوں اور مختلف پینلوں نے بحث وتمحیص اور گفتگو کے بعد اپنی اپنی رپورٹ مرتب کر لی تو اب کانفرنس نے ایک سب کمیٹی اس غرض کے لئے مقرر کی کہ وہ ان تمام رپورٹوں کی روشنی میں کانفرنس کے لئے ایک پیغام مرتب کرے جو دنیا کی تمام حکومتوں اور لوگوں کے نام ہو۔ ساتھ ہی مختلف معاملات سے .... متعلق تجاویز بھی مرتب کرے۔ چنانچہ پیغام مرتب ہوا۔ اور کانفرنس کے کھلے اجلاس میں بحث وگفتگو اور قدرے ترمیم وتنسیخ کے بعد جس آخری شکل میں منظور کیا گیا وہ حسب ذیل ہے:-

"مذہب اور امن پر یہ عالمی کانفرنس اس امر کی ایک تاریخی کوشش ہے کہ امن کے نہایت ضروری اور اہم مسئلہ پر غور وخوض کرنے کی غرض سے تمام بڑے بڑے مذاہب کے

مرد اور عورت ایک ساتھ مجتمع ہوں۔ ہم ایک نہایت نازک وقت میں جمع ہو رہے ہیں۔ اس وقت ہم ظالمانہ اور انسانیت سوز لڑائیوں اور نسلی، سماجی اور معاشی تشدد سے دوچار ہیں اور اس کرۂ ارض پر انسان کا نفسِ وجود ہی خطرہ میں پڑ گیا ہے۔ انسان کو اس طرح کی مایوسی کا سامنا کبھی نہیں ہوا۔ ہم کو اس بات کا یقین ہے کہ مذاہبِ عالم قیامِ امن کی راہ میں ایک حقیقی اور اہم خدمت انجام دے سکتے ہیں۔ اور اسی لئے ہم سب چہار دانگِ عالم سے کھنچ کھنچا کر کیوٹو میں جمع ہوئے ہیں۔ جب ہم یہاں ایک دوسرے کے ساتھ شانہ بشانہ امن کے مسئلہ پر غور کرنے کے لئے بیٹھے تو ہم نے محسوس کیا کہ جو چیزیں ہمارے درمیان اتحاد و اتفاق کا باعث ہو سکتی ہیں وہ ان چیزوں سے زیادہ اہم ہیں جو تفریق کا سبب بنتی ہیں۔ اس سلسلہ میں ہمیں معلوم ہوا کہ حسبِ ذیل چیزیں ہم میں مشترک ہیں۔

(۱) اس بات کا یقین کہ تمام انسان بنیادی طور پر ایک ہی خاندان کے افراد ہیں وہ سب ایک ہی رشتہ میں منسلک اور یکساں شرفِ عظمت کے حامل ہیں۔

(۲) یہ احساس کہ ہر شخص اور اس کا ضمیر احترام کا مستحق ہے۔

(۳) یہ شعور کہ انسانی برادری اپنی ایک قدر رکھتی ہے۔

(۴) اس بات کا ادراک کہ طاقت سچائی کی دلیل نہیں ہے اور نیز یہ کہ انسانی طاقت خود مکتفی اور قطعی نہیں ہے۔

(۵) اس امر کا اذعان و یقین کہ محبت، ہمدردی، بے غرضی اور اندرونی سچائی کی روحانی طاقت یہ سب نتیجۂ نفرت، دشمنی، اور غرضمندی سے زیادہ بڑی طاقتیں ہیں۔

(۶) اس فرض کا شعور کہ ظالموں اور مالداروں کے مقابلہ میں ہم کو مظلوموں اور غریبوں کا ساتھ دینا چاہئے۔

(۷) اس بات کی قوی امید کہ آخری جیت بہرحال اچھائی اور نیکی کی ہوگی۔

ان مشترکہ عقائد کی بنا پر ہم سب مختلف المذاہب مردوں اور عورتوں کا فرض ہے کہ اپنے دل اور دماغ کی یک سوئی کے ساتھ قیامِ امن کی جدوجہد کریں اور اس مقصد کے لئے اپنی زندگی وقف کردیں۔ ہم سب عورتیں اور مرد جو مذہب سے وابستہ ہیں یک گونہ ندامت اور پشیمانی سے اعتراف کرتے ہیں کہ ہم نے بسا اوقات مذہبی تصورات و عقائد کو امن کی راہ میں استعمال کرنے سے پہلوتہی کی ہے۔ اس کا الزام مذہب پر ہرگز عائد نہیں ہوتا۔ بلکہ اہلِ مذاہب اسکے لئے مسئول ہیں۔ بہرحال اب اس عملی کوتاہی کا تدارک ہوسکتا ہے اور ہونا چاہئے۔ اس بیسویں صدی کے نصف آخر میں جو چیزیں امنِ عالم کے لئے سب سے بڑا چیلنج ہیں۔ ہم نے تجزیاتی نقطۂ نظر سے ان کا جائزہ لیا تو ہمارے لئے مندرجہ ذیل تین چیزوں پر غور کرنا ناگزیر ہوگیا:۔ (۱) ترکِ اسلحہ (۲) ترقی (۳) اور انسانی حقوق۔ اس میں کوئی شبہ نہیں ہے کہ اسلحہ بندی میں بڑی تیز رفتاری کے ساتھ مسابقت اور مقابلہ۔ امیر اور غریب کے درمیان بعد و افتراق کی خلیج کا روز بروز وسیع سے وسیع تر ہوجانا اور تمام دنیا میں انسانی حقوق کی نہایت شرمناک اور دردانگیز پامالی! بس یہ تین چیزیں ہیں جنھوں نے اس وقت امنِ عالم کو تباہ و برباد کرکے رکھ دیا ہے۔

جہاں تک پہلی چیز یعنی اسلحہ بندی کا تعلق ہے تو ہم کو یقینِ کامل ہے کہ اسلحہ کا انبار لگانے اور ان کے ذخیرے اکٹھا کرنے سے امن دستیاب نہیں ہوسکتا۔ اس بنا پر ہم مطالبہ کرتے ہیں کہ اسلحہ خواہ کسی قسم کے ہوں۔ مروجہ ہوں۔ کیمیاوی ہوں۔ ایٹمی یا جراثیمی ہوں۔ بہرحال ان کے ترک کرنے کی طرف فوراً اقدام کیا جائے۔ دوسرا مسئلہ ترقی کا ہے۔ اس سلسلہ میں ہم اس نتیجہ پر پہنچے ہیں کہ آج بنی نوع انسان کے معاشی وسائل کی ایک بہت بڑی اور غیر معمولی مقدار ہلاکت آفریں ہتھیاروں پر ریسرچ۔ یا ان کی ساخت اور یا ان کی ذخیرہ اندوزی پر خرچ ہو رہی ہے۔ اس صورتِ حال نے ترقی کے مسئلہ کو سخت الجھا دیا ہے ہم کو یقین ہے کہ ان وسائل کو درحقیقت ان ناانصافیوں کے مقابلہ کرنے پر فوراً خرچ ہونا

چاہئے جن سے جنگ کے اور دوسری قسم کے سماجی تشدد کے امکانات پیدا ہوتے ہیں. ہم کو سمجھنا چاہئے کہ ہر وہ سوسائٹی جس میں ہر چوتھا بچہ مرجاتا ہو جنگ کی حالت سے دوچار ہے۔ یہ درست ہے کہ محض معاشی ترقی سے امن قائم نہیں ہوسکتا لیکن یہ بھی صحیح ہے کہ اس ترقی کے بغیر امن کا پائیدار ہونا ممکن نہیں ہے۔ اس بنا پر ہم عہد کرتے ہیں کہ ہم اقوام متحدہ کی اس کوشش کو پوری طرح کامیاب بنانے کی سعی کریں گے کہ ۱۹۷۰ء کے بعد کے دس برس کو تمام انسانوں کے لئے معاشی ترقی اور خوش حالی کا عشرہ بنایا جائے گا۔

آج پوری دنیا میں سماجی زندگی میں جو بحران و تلاطم نظر آرہا ہے یہ اس حقیقت کو عیاں کرتا ہے کہ ایک طرف امن میں اور دوسری جانب انسانی حقوق کے تسلیم کرنے، ان کو بڑھانے اور ان کی حفاظت کرنے میں کس درجہ گہرا تعلق ہے. نسلی امتیازات، نسلی اور مذہبی اقلیتوں کے ساتھ ظلم و تعدی، سیاسی اور دوسری قسم کے قیدیوں کو ایذا رسانی، بعض طبقوں کو قانوناً یا عملاً سیاسی آزادی اور یکساں مواقع کی فراہمی سے محروم رکھنا. عورتوں کو مساوی حقوق نہ دینا یا استعماری جبر و تشدد کی کوئی اور شکل یا انسانی حقوق کی پامالی کی بھی وہ تمام صورتیں ہیں جو تشدد اور جبر میں روز افزوں اضافہ کا باعث ہیں اور جنھوں نے انسانی تہذیب کو ذلیل و خوار کر دیا ہے۔

اگرچہ اس وقت ہماری یہ آواز ان لوگوں کی آواز ہے جو اس کانفرنس میں جمع ہوئے ہیں لیکن ہم انسانی برادری کی اس عظیم اکثریت کی نمائندگی کرنے کی کوشش کر رہے ہیں جو بے بس ہیں اور جن کی آواز شاذونادر ہی سنی جاتی ہے — یعنی غریب۔ ستم رسیدہ۔ پناہ گزین وہ تمام لوگ جو خانماں برباد ہیں اور جن کی زندگیاں، جن کے کھیت اور جن کی آزادی غرض کہ سب کچھ جنگ کے ہاتھوں برباد ہو چکا ہے۔ ہمارا یہ خطاب اپنے مذاہب سے ہے۔ مذہبی اور کلیسائی اداروں اور انجمنوں سے اور بین المذاہبی امن کی تحریکوں سے ہے۔ یہ خطاب سب سے پہلے اپنے سے — قوموں سے ہے۔ مجلس اقوام متحدہ سے۔ اور ان مردوں

اور عورتوں سے ہے جو کسی مذہب سے تعلق نہ رکھنے کے باوجود انسانی فلاح وبہبود کے خواہاں ہیں۔ ہم دنیا کے ایک ایک فرد کو خطاب کرکے یہ کہہ دینا چاہتے ہیں کہ ہماری ہر کوشش خواہ تعلیمی ہو، ثقافتی ہو، سائنٹفک ہو، سوشل یا مذہبی ہو۔ بہرحال اس کا نقطۂ آغاز اس حقیقت کا اقرار ہونا چاہئے کہ یا تو ہم سب ایک ساتھ مرجائیں گے یا زندہ رہیں گے تو ایک ساتھ رہیں گے۔ دنیا کے تمام انسان اور ان کے کام! اب ان سب کی تقدیر ایک ہی ہے جب تک ہماری اپنی اندرونی زندگی میں انقلاب اور قیام امن کا حقیقی جذبہ پیدا نہیں ہوتا۔ امن کے لئے محض زبانی جمع خرچ اور جنگ اور اسبابِ جنگ کی مذمت کوئی فائدہ نہیں پہنچا سکتی۔ ہم کو پوری قوت کے ساتھ عوام کے ضمیر اور ان کی رائے کو جنگ کے اور فوجی طاقت کے ذریعہ حصول امن کی امید موہوم کے خلاف بیدار کرنا ہے۔ ہم کو یقین ہے کہ باہمی اختلافات کے باوجود سب مذاہب متفق و متحد ہوکر رائے عامہ کو اس ایک بات پر ہموار کرنے کا کام توانجام دے ہی سکتے ہیں۔

ہم باہمی عہد کے ذریعہ ان تمام قوموں اور حکومتوں کو جن کے ہم ایک فرد اور شہری ہیں۔ خبردار کر دینا چاہتے ہیں کہ عسکری طاقت وقوت حاصل کرنا اور اسے قائم رکھنا تباہی کی راہ ہے۔ اس سے خوف اور بے اعتمادی کی فضا پیدا ہوتی ہے۔ اور جو معاشی وسائل انسان کے فلاح وبہبود پر خرچ ہونے چاہئیں وہ انسان کے لئے تباہ کاری کے ایسے اسباب وذرائع کے فراہم کرنے پر صرف ہورہے ہیں جنہوں نے خود انسان کے وجود اور اس کے بقا کو خطرہ میں ڈال دیا ہے۔

امن کے بارہ میں ہم کو جو تشویش ہے ہم اس کو مجلس اقوام متحدہ تک پہنچانا چاہتے ہیں۔ امن کے حصول اور اس کے بقا کی خواہش کا تقاضا ہے کہ ہم نہ صرف یہ کہ مجلس اقوام متحدہ کے وجود کو تسلیم کریں۔ بلکہ اس کے فیصلوں کو عمل میں لانے کے لئے زیادہ سے زیادہ جدوجہد کریں۔ ہم اس پر زور دیتے ہیں کہ اس کی ممبری عالمگیر اور اس کے فیصلوں میں طاقت

اور ذمہ داری میں زیادہ شرکت ہونی چاہئے۔ جو قومیں اس مجلس کی ممبر ہیں ان کو اس کی قیادت ان تمام امور میں تسلیم کرنی چاہئے جن سے نزاع اور تزاحم پیدا ہوا ہے یا پیدا ہو سکتا ہے۔

اس پیغام کے علاوہ کانفرنس نے مندرجۂ ذیل تجاویز بھی منظور کیں۔

ویٹ نام کے متعلق قرارداد | (۱) ویٹنام کے لوگ جس مصیبت میں گرفتار ہیں اس کانفرنس کو اس کا بے حد اندوہ و ملال ہے۔

(۲) ویٹ نام میں جنگ بندی کے معنی یہ ہوں گے کہ اس کے لاکھوں باشندوں کی مصیبت کا خاتمہ ہو جائے گا۔

(۳) پیرس کی کانفرنس میں جو دو آخری تجاویز جنگ بندی سے متعلق پیش ہوئی ہیں ہم کو اندیشہ ہے کہ ان سے فوری طور پر جنگ بندی کا مقصد حاصل نہیں ہو سکے گا۔ کیوں کہ ہر تجویز میں اپنے ہی مفاد میں ایک سیاسی مقصد جھلکتا نظر آتا ہے۔

(۴) انسانیت کے نام پر ہم اپیل کرتے ہیں کہ جنگ فوراً ختم کی جائے۔

(۵) ہم سب اہل مذاہب پُر زور اپیل کرتے ہیں کہ دونوں طرف سے جنگ بندی بغیر کسی شرط کے (بجز اس کے کہ کوئی غیر جانب دار طاقت جنگ بندی کی نگرانی کرے گی) فوراً عمل میں لائی جائے۔ باہر کے ملکوں سے ہتھیاروں کی سپلائی فوراً ختم ہونی چاہئے۔

(۶) ہم تجویز کرتے ہیں کہ نگران کمیٹی کے ...... ممبر بمشورۂ حکومت چین مجلس اقوام متحدہ سے لئے جائیں۔

(۷) جنوبی ویٹ نام جس کی حکومت فوجی ہے۔ اگر متحدہ ریاست ہائے امریکہ اس سے اپنا دست اعانت کھینچ لے تو جنوبی ویٹ نام کے لوگوں کو اپنی ایک واقعی نمائندہ سول گورنمنٹ منتخب کرنے کا حق ہوگا۔ اور اس کے نتیجہ میں تمام اجنبی افواج واپس ہو جائیں گی۔

(۸) ہم کو یقین ہے کہ لاؤس اور کمبوڈیا میں جنگ کا فیصلہ اور جنوب مشرقی ایشیا میں امن کی بحالی، ویٹ نام میں کامیاب جنگ بندی کے بغیر نہیں ہو سکتی۔

(۹) ہم دنیا کے تمام مذہبی اور امن پسند اداروں اور جماعتوں سے درخواست کرتے ہیں کہ وہ ویٹ نام اور جنوب مشرقی ایشیا کے لوگوں کی مصیبت اور ان کے دکھ درد کو دور کرنے کی سعی کریں۔

جنوبی افریقہ سے متعلق قرارداد | مذہب اور امن پر عالمی کانفرنس جس نے دنیا کے گوشہ گوشہ سے مختلف مذاہب کے مردوں اور عورتوں کو امنِ عالم کے تشویش انگیز مسئلہ پر غور و خوض کرنے کے لئے کیوٹو میں لا اٹھایا ہے۔ اس نے جنوبی افریقہ کی نہایت نازک صورت حال پر غور کیا ہماری رائے میں جنوبی رہوڈیشیا، جنوبی افریقہ اور نمیبیا میں نسلی امتیاز کی بربریت اور انگولا اور موزمبیق میں پرتگال کی مستعمرانہ جارحیت نے افریقہ کے لوگوں کے خلاف نسلی جنگ کی ایک ایسی صورت حال پیدا کر دی ہے جو آج کل دنیا میں دوسری جنگوں کی طرح انسانی زندگی کے لئے تباہ کن ہے۔ اس لئے ہم سب اہل مذہب مرد اور عورتیں:-

(۱) اس بات پر نادم اور پشیمان ہیں کہ جنوبی افریقہ میں نسلی امتیاز جن بنیادوں پر قائم ہے بالواسطہ یا بلاواسطہ ان کے قیام میں ہمارا بھی حصہ ہے۔

(۲) ہم اپنے ہم مذہبوں اور اپنی قوموں کو اس وابستگی پر ملامت کرتے ہیں جو ان کو نسلی امتیاز کی بنیاد پر اس جارحیت اور تشدد کے ساتھ ہے۔

(۳) ہم تمام حکومتوں سے مطالبہ کرتے ہیں کہ اقوام متحدہ کی مجلس جو تعزیری تجویزیں منظور کر چکی ہے وہ اس پر عمل پیرا ہوں اور جنوبی افریقہ میں انصاف، آزادی اور امن کی فضا پیدا کرنے کے لئے جو مزید اقدامات کئے جائیں ان کی تائید و حمایت کریں۔

(۴) ہمارا یہ مطالبہ قطعی ہے کہ رہوڈیشیا کے خلاف تعزیری تجویزوں پر پورے طور پر عمل کیا جائے۔ اور جنوبی افریقہ پر تعزیری معاشی پابندیاں عائد کی جائیں

(۵) پرتگال کے اتحادیوں خصوصاً NATO کے حلیفوں سے ہم پرزور مطالبہ کرتے ہیں کہ پرتگال کو فوجی امداد کی تمام صورتیں یک قلم منقطع کردیں تاکہ وہ اپنے افریقی مستعمرات میں جبر و تشدد کا یہ بازار گرم نہ کرسکے ۔

(۶) جنوبی افریقہ کو فوجی امداد مل رہی ہے ۔ ہم مطالبہ کرتے ہیں کہ اس کو فوراً بند کیا جائے ۔

(۷) ہم تمام مذاہب سے درخواست کرتے ہیں کہ جو لوگ نسلی امتیاز کا شکار ہو رہے ہیں انکی ہر ممکن امداد و اعانت کریں ۔

مشرق وسطی سے متعلق قرارداد | اسرائیلی مندوب اور عرب مندوب کی سخت جھڑپوں کے بعد مشرق وسطی سے متعلق بھی ایک قرارداد منظور ہوئی جس میں کہا گیا ہے کہ یہ کانفرنس مشرق وسطی کی صورت حال پر اپنی سخت تشویش کا اظہار کرتی ہے اور متعلقہ ریاستوں سے مطالبہ کرتی ہے کہ اس بحران کو پرامن اور منصفانہ طریقہ پر جلد از جلد ختم کرنے کے لئے مجلس اقوام متحدہ کی تجاویز پر عمل کریں ۔

جوانوں کی کانفرنس | یہ بات دلچسپی کا باعث ہوگی کہ کانفرنس نے ایک کمیٹی جوان عمر مندوبین کی بھی بنائی تھی ۔ اس کمیٹی نے اپنا الگ ایک جلسہ کیا اور وہاں جو تجاویز منظور کیں ان کا خلاصہ یہ ہے :-

(۱) دنیا کے بڑے بڑے مذاہب کے لئے ضروری ہے کہ وہ وقت کے تقاضوں کے ساتھ مطابقت پیدا کریں اور جو کہیں اس پر عمل کریں ۔ بس اسی طرح نوجوانوں کی نگاہ میں وہ قابل اعتبار ہو سکتے ہیں ۔

(۲) مذاہب عالم کے لئے لازمی ہے کہ وہ جوانوں میں کام کرنے کے لئے لائق اور ٹریننگ یافتہ لوگ پیدا کریں اور اس مقصد کے لئے مناسب فنڈ کی فراہمی کا بندوبست کریں ۔

(۳) آیندہ کانفرنسوں میں نوجوانوں کو زیادہ نمایندگی دی جائے ۔

(۴) "مذہب اور امن" پر ایک عالمی کانفرنس صرف جوانوں کی منعقد کی جائے۔

(۵) ہم اس بات کی بھی پرزور سفارش کرتے ہیں کہ پرانی نسل کے لوگ نئی نسل کے لوگوں کو سمجھنے کی کوشش کریں تاکہ ان دونوں میں جو غلط فہمیاں اور ان کے باعث جو کشمکش و نزاع ہے وہ دور ہو۔ اور دونوں کا رویہ ایک دوسرے کے ساتھ ہمدردانہ اور غمگسترانہ ہو۔

(۶) یہ بڑی بڑی کانفرنسیں جو آئے دن اِدھر اُدھر ہوتی رہتی ہیں۔ نئی نسل کے لوگ ان سے تنگ آ گئے ہیں۔ کیوں کہ ان کانفرنسوں میں محض مقدس تجاویز منظور کی جاتی ہیں اور آیندہ کے لئے کام کرنے کا کوئی پروگرام مرتب نہیں کیا جاتا۔ اس بنا پر اس کانفرنس کو بھی عظیم ناکامی سے محفوظ رکھنے کے لئے ہم تجویز کرتے ہیں کہ اس کانفرنس کے مقصد کی تکمیل کے واسطے جو کام کرنے ہیں ان کے لئے فوراً ایک تسلسل کمیٹی (CONTINUATION COMMITTEE) بنا دی جائے تاکہ وہ ان کاموں کو جاری رکھیں۔ (باقی آیندہ)

مآثر و معارف :۔ مؤلفہ مولانا قاضی اطہر صاحب مبارک پوری۔ یہ مولانا کے پچیس ۲۵ علمی مقالوں کا مجموعہ ہے جس میں تدوینِ حدیث، علومِ حدیث کی تاریخ، کتب حدیث و فقہ کا تعارف، اسلامی علوم کا تعلیمی ارتقاء، مسلمانوں کی علمی سرگرمیاں، یورپ میں اسلامی علوم و فنون کی ترویج، اور کئی اسلامی شخصیات اور علمی کتابوں کا حال مستند طریقہ پر درج ہے۔ امید ہے کہ اہلِ علم اور عام اصحابِ ذوق اس علمی ذخیرہ سے بھرپور فائدہ اُٹھائیں گے۔

بڑی تقطیع ۲۰×۲۶ سائز صفحات

قیمت بلا جلد نو روپے مجلد دس روپے